# قوانین کو اسلامیانے میں علمائے کرام کی ذمہ داری اور کردار: ماضی کے آئینے میں مستقبل کے لیے لائحہ عمل

# The Responsibility and Role of 'Ulamā' for Islamization of laws: A framework for Future in the light of Past

محمد یحییٰ[1]*


**Abstract**

*"Islamic Republic of Pakistan" is the ideological state. The two-nation theory was the founding theory of Pakistan movement. Islam is the state religion of Pakistan. Therefor the islamization of laws according to Qur'ān and* sunnah *is among the the main objectives. Ulema, Scholars, Lawyers, Jurists and Parliamentarians are accountable and answerable to perform this responsibility. This paper attempts to investigate the responsibility and role of Ulema in the islimization of laws, there contribution in past 73 years, some of the examples of there struggles, and few suggestions for ulema and madaris to achive this goal.*


**Keywords**: Qur'ān and *Sunna, 'Ulamā', Islimization, Twenty two points of 'Ulamā'.*

طویل جدوجہد کے بعد ہندوستان کو انگریزوں کے ناجائز قبضے سے جو آزادی حاصل ہوئی اس میں علمائے کرام کا کردار تاریخ کی اٹل حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ ہند کو جدوجہدِ آزادی کے نتیجے میں "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کی صورت میں ایک عظیم نعمت سے نوازا جس کی اساس "کلمہ طیبہ" ہے، حاکمیتِ اعلیٰ "اللہ تعالیٰ" کے لیے اور آئین و قانون کا قرآن و سنت کے مطابق ہونا باتفاق طے ہوا ہے۔ جو بلاشبہ بہت مضبوط، مبارک اور پاکیزہ بنیاد ہے۔

اس بنیاد کی فراہمی کے بعد اس پر تعمیر کے لیے موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالنے، اور نئے بننے والے قوانین کو قرآن و سنت کے ترازو پر پرکھنے کی ذمہ داری یقیناً اُن علمائے دین ہی کے کندھوں

* پی ایچ ڈی اسکالر، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور۔ مدرس و مفتی جامعہ عثمانیہ پشاور۔ yahyausmani@gmail.com

پر پڑتی ہے، جنہیں قرآن وسنت کی صحیح سمجھ اور روحِ شریعت کا صحیح ادراک حاصل ہو۔ ساتھ ہی وہ زمانہ کے نشیب وفراز سے واقف اور عُرف ومعاشرہ کے نبض پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ پاکستان بننے کے بعد اس فرض سے عہدہ بر آہونے میں کئی ایک علمائے کرام نے حصہ لیا، اُن کی کئی کوششیں کامیاب ہوئیں، کچھ کامیاب نہ ہوسکیں اور کچھ مساعی ابھی تک زیرِ التوا بھی ہیں۔ تاہم کیا علمائے کرام کی طرف سے اس فرض سے عہدہ بر آہونے کے لیے اب تک کی گئی کوششیں "کافی" شمار کی جاسکتی ہیں؟ اور کیا ماضی میں علمائے کرام کا جو کردار رہا اُس کا تسلسل اب اسی طرح بر قرار ہے یا اس میں کچھ فرق نظر آرہا ہے؟ مستقبل میں کیا لائحہ عمل طے کرنا چاہیے؟ اس سلسلے میں دینی مدارس اور ان کے نمائندہ بورڈ کیا کردار ادا کرسکتے ہیں؟

اس مقالہ میں اِن سوالات کے جوابات تلاش کیے جائیں گے۔ مقالہ اس مختصر تمہید کے علاوہ دو حصوں اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے کا عنوان ہے: "قوانین کو اسلامیانے کے سلسلے میں، ماضی میں علمائے کرام کا کردار" اور دوسرے حصے کا عنوان ہے: "مستقبل میں ذمہ داری" جب کہ خاتمہ میں نتائج اور سفارشات درج کیے گئے ہیں۔

## حصہ اول: "قوانین کو اسلامیانے کے سلسلے میں، ماضی میں علمائے کرام کا کردار"

مملکتِ خداداد پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد اولین مسئلہ دستور سازی کا درپیش تھا، جو اگرچہ فسادات کی وجہ سے بروقت پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا اور کئی رُکاوٹوں کی وجہ سے اس میں حد سے زیادہ تاخیر ہوئی تاہم علمائے کرام نے اِس موقع پر اپنا فرض بخوبی نبھایا۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کتاب وسنت کے مطابق دستور کا خاکہ مرتب کرنے کے لیے چار علمائے کرام کے نام تجویز کیے: مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، اور ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ۔ اِن میں سے سید سلیمان ندویؒ چند اعذار کی بنا پر ہندوستان سے تشریف نہ لا سکے، جب کہ باقی تینوں حضرات نے دستوری خاکہ مرتب کرنا شروع کیا اور تین ماہ کے عرصے میں ایک خاکہ مرتب کر کے وسط ۱۹۴۸ء میں علامہ عثمانیؒ کے حوالے کر دیا۔[1]

(1) منشی عبدالرحمن خان، **تعمیرِ پاکستان اور علمائے ربانی** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ط: دوم، ۱۹۹۲ء)، ص ۱۵۰۔

یہ سفارشات مرتب ہونے کے بعد جلد ہی قائداعظمؒ دُنیا سے رخصت ہوئے اور دستور سازی کا کام دھرا رہ گیا۔ اس دوران کچھ لوگوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ: اسلام کا سرے سے کوئی دستورِ مملکت نہیں، اس کی عملی شکل کہیں بھی نظر نہیں آتی، اور اسلام کے مبینہ اصولوں پر تمام علما متفق نہیں ہیں۔

اس پروپیگنڈے کے جواب میں مختلف مکاتبِ فکر کے ۳۱ علمائے کرام کا ایک اجتماع بتاریخ ۱۲، ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۳، ۲۲، ۲۱ اور ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء بصدارت مولانا سید سلیمان ندوی کراچی میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں اسلامی دستور کے جو بنیادی اصول بالاتفاق طے ہوئے، وہ درج ذیل ہیں:

## ۳۱ علمائے کرام کی کمیٹی کے طے کردہ اسلامی مملکت کے 22 بنیادی اصول

اسلامی مملکت کے دستور میں حسبِ ذیل اصول کی تصریح لازمی ہے:

1. اصل حاکم تشریعی و تکوینی حیثیت سے اللہ رب العالمین ہے۔
2. ملک کا قانون کتاب و سنت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جاسکے گا، نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جاسکے گا، جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔

(تشریحی نوٹ): اگر ملک میں پہلے سے کچھ ایسے قوانین جاری ہوں، جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں تو اس کی تصریح بھی ضروری ہے کہ وہ بتدریج ایک معینہ مدت کے اندر منسوخ یا شریعت کے مطابق تبدیل کر دیے جائیں گے۔

3. مملکت کسی جغرافیائی، نسلی، لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ ان اصولوں و مقاصد پر مبنی ہوگی جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطۂ حیات ہے۔
4. اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ قرآن و سنت کے بتائے ہوئے معروفات کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے اور شعائرِ اسلامی کے احیا و اعلا اور مسلمہ اسلامی فرقوں کے لیے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے۔
5. اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ وہ مسلمانانِ عالم کے رشتہ و اتحاد و اخوت کو قوی سے قوی تر کرنے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیت جاہلیہ کی بنیادوں پر نسلی، لسانی، علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کر کے ملتِ اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ و استحکام کا انتظام کرے۔
6. مملکت بلاامتیاز مذہب و نسل وغیرہ تمام ایسے لوگوں کی لابدی انسانی ضروریات یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہوگی، جو اکتساب رزق کے قابل نہ ہوں، یا نہ رہے ہوں یا عارضی طور پر بے روزگاری، بیماری یا دوسری وجوہ سے فی الحال سعیٔ اکتساب پر قادر نہ ہوں۔
7. باشندگانِ ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعت اسلامیہ نے ان کو عطا کیے ہیں۔ یعنی حدودِ قانون کے اندر تحفظ جان و مال و آبرو، آزادیٔ مذہب و مسلک، آزادیٔ عبادت، آزادیٔ اظہارِ رائے، آزادیٔ نقل و حرکت، آزادیٔ اکتسابِ رزق، ترقی کے مواقع میں یکسانی اور رفاہی ادارات سے استفادہ کا حق۔

8. مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سندِ جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے گا اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو بغیر فراہمی موقعۂ صفائی و فیصلۂ عدالت کوئی سزا نہ دی جائے گی۔
9. مسلمہ اسلامی فرقوں کو حدودِ قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے۔ ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا انتظام کرنا مناسب ہوگا کہ انہی کے قاضی یہ فیصلہ کریں۔
10. غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو حدودِ قانون کے اندر مذہب و عبادت، تہذیب و ثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہوگا۔
11. غیر مسلم باشندگانِ مملکت سے حدودِ شریعہ کے اندر جو معاہدات کیے گئے ہوں، ان کی پابندی لازمی ہوگی اور جن حقوق شہری کا ذکر دفعہ نمبر 7 میں کیا گیا ہے ان میں غیر مسلم باشندگانِ ملک اور مسلم باشندگانِ ملک، سب برابر کے شریک ہوں گے۔
12. رئیسِ مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے، جس کے تدین، صلاحیت اور اصابتِ رائے پر جمہور کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔
13. رئیسِ مملکت ہی نظمِ مملکت کا اصل ذمہ دار ہوگا۔ البتہ وہ اپنے خیالات کا کوئی جزو کسی فرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔
14. رئیسِ مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں بلکہ شورائی ہوگی۔ یعنی وہ ارکانِ حکومت اور منتخب نمائندگانِ جمہور سے مشورہ لے کر اپنے فرائض انجام دے گا۔
15. رئیسِ مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ دستور کو کلاً یا جزواً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔
16. جو جماعت رئیسِ مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی وہی کثرتِ آرا سے اسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔
17. رئیسِ مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مواخذہ سے بالاتر نہ ہوگا۔
18. ارکان و عمالِ حکومت اور عام شہریوں کے لیے ایک ہی قانون و ضابطہ ہوگا اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اس کو نافذ کریں گی۔
19. محکمۂ عدلیہ، محکمۂ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہوگا، تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہیئت انتظامیہ سے اثر پذیر نہ ہو۔
20. ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت ممنوع ہوگی جو مملکتِ اسلامیہ کے اساسی اصول و مبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔
21. ملک کے مختلف ولایات و اقطاع مملکت واحدہ کے اجزا انتظامی متصور ہوں گے۔ ان کی حیثیت نسلی، لسانی، یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں محض انتظامی علاقوں کی ہوگی، جنہیں انتظامی سہولتوں کے پیش نظر مرکز کی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہوگا، مگر انہیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔
22. دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔[2]

(2) ڈاکٹر محمد امین، ماہنامہ البرہان لاہور، فروری ۲۰۱۴ء ص ۱۳۔

اس اجلاس میں علامہ سلیمان ندویؒ کے علاوہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا محمد بدر عالم، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، پیر محمد امین الحسنات مانکی شریف، مولانا محمد یوسف بنوری، الحاج خادم الاسلام محمد امین، قاضی عبدالصمد سربازیؒ، مولانا اطہر علی، مولانا ابوجعفر اور دیگر سرکردہ علمانے شرکت کی۔

## "دستورِ قرآنی" کی تیاری واشاعت

اے کے بروہی مرحوم نے اعلان کیا تھا کہ:

"قرآن میں دستورِ مملکت کے متعلق ایک لفظ بھی موجود نہیں"[3]

اس کے جواب میں مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ نے دستورِ قرآنی کے نام سے تحریر فرمایا جس میں حکومت کے اغراض ومقاصد، طرزِ حکومت، فرائضِ حکومت، اوصافِ صدرِ مملکت وغیرہ کے متعلق 18 دستوری دفعات قرآن کریم سے بالاجمال پیش کرکے ثابت کردیا کہ جس دستورِ اسلامی کا مطالبہ مسلمانانِ پاکستان کی طرف سے کیا جارہا ہے وہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔[4]

## قراردادِ مقاصد

قراردادِ مقاصد جو دیباچہ کے طور پر ہر آئین میں شامل رہا اور ابھی 1973ء کے موجودہ آئین میں بھی شامل ہے، یہ وہ اہم قومی دستاویز ہے جس میں مملکتِ خداداد پاکستان کے مقاصد اور قومی جہد وعمل کی سمت قرآن وسنت کی روشنی میں مقرر کی گئی ہے۔ اوران بنیادی حدود کا تعین کیا گیا ہے جن پر دستور سازی کے تمام مراحل انجام پانے تھے، اور جن کی پابندی دستور ساز اسمبلی کو پاکستان کے ہر آئین میں کرنی تھی، یہ تاریخی دستاویز پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے سب سے پہلا ٹھوس قدم تھا، اس قرارداد کا مسودہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ نے طویل غوروخوض کے بعد مرتب فرمایا تھا۔ اس کی تیاری اور اسے اسمبلی میں منظور کرانے میں شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ کو طویل علمی وسیاسی جدوجہد کرنی پڑی اور

---

(3) **ماہنامہ البلاغ کراچی، اشاعت خصوصی بیادِ فقیہ ملت**، مرتبہ مفتی محمد تقی عثمانی، ص ۸۳۲۔

(4) ایضاً۔

بالآخر قائدِ ملت لیاقت علی خان مرحوم نے 12 مارچ 1949ء کو قراردادِ مقاصد کا مسودہ خود اسمبلی میں پیش کر کے اسے منظور کرایا۔[5]

## خلافِ شریعت قوانین پر علمائے کرام کے نقد و تبصرے

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ».[6]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا: تم میں سے جو شخص کوئی منکر دیکھے تو اُسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی استطاعت نہ رکھے تو اپنی زبان سے روکے، اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو اپنے دِل سے (بُرا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

اس حدیث کی رُو سے خلافِ شریعت منکرات کی روک تھام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ البتہ یہ فریضہ ہر شخص پر اس کی استطاعت کے بقدر لازم ہوتا ہے۔ چنانچہ جو ہاتھ کی طاقت رکھے وہ ہاتھ سے، جو اس کی طاقت نہ رکھے وہ زبان سے اور جو اس کی بھی طاقت نہ رکھے وہ دِل سے بُرا سمجھنے پر اکتفا کرے گا۔ پاکستان کے جید و مقتدر علمائے کرام و مفتیانِ عظام نے اس حدیث کے مطابق اولین درجہ کا فرض نبھاتے ہوئے اپنے ہاتھ کی تحریروں سے بھی ہمیشہ خلافِ شریعت قوانین پر نقد و تبصرہ کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ ذیل میں اس طرح کے چند تبصروں کا محض خاکہ ایک جدول کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے:

| نمبر شمار | عنوان | مضمون نگار | سن اشاعت | ماخذ | تعداد صفحات |
|---|---|---|---|---|---|
| 1 | عائلی قوانین پر مختصر تبصرہ | مفتی محمد شفیعؒ | 1381ھ | جواہر الفقہ ج4، ص229 | 53 |
| 2 | زمیندارہ بل پر شرعی تنقید | مفتی محمد شفیعؒ | // | جواہر الفقہ ج5، ص31 | 25 |

(5) منشی عبد الرحمن خان، **تعمیرِ پاکستان اور علمائے ربانی** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ط: دوم 1992ء)، ص ۱۵۶۔

(6) مسلم بن الحجاج، (متوفی ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۲ھ)، ۱:۶۹، رقم: ۴۹۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| 3 | القول السدید فی تحقیق میراث الحفید | مفتی محمد شفیعؒ | 1374ھ | جواہر الفقہ ج7، ص526 | 17 |
| 4 | عائلی قوانین کی روشنی میں یتیم پوتے کی وراثت | مفتی ولی حسن ٹونکیؒ | 1382ھ | فتاویٰ بینات ج4، ص613 | 21 |
| 5 | یتیم پوتے کی وراثت | مولانا محمد طاسین | 1385ھ | فتاویٰ بینات، ج4، ص634 | 22 |
| 6 | زکوۃ و عشر آرڈیننس کا فقہی جائزہ و ترامیم و تجاویز | آٹھ علما کرام کی کمیٹی | 1400ھ | فتاویٰ حقانیہ ج4، ص86 | 20 |
| 7 | مسودہ آرڈیننس نفاذِ قصاص و دیت اور دارالعلوم حقانیہ کی سفارشات و ترامیم | مولانا مفتی محمد فریدؒ، مولانا مفتی غلام الرحمن | 1980ء | فتاویٰ حقانیہ، ج5 ص233 | 5 |
| 8 | مسودہ قانونِ شہادت میں مولانا سمیع الحق کی بعض ترامیم و تقاریر | مولانا سمیع الحقؒ | درج نہیں | فتاویٰ حقانیہ ج5 ص518 | 7 |
| 9 | مسودہ شفعہ آرڈیننس اور دارالعلوم حقانیہ کی سفارشات و ترامیم | مولانا مفتی محمد فریدؒ، مولانا مفتی غلام الرحمن | 1980ء | فتاویٰ حقانیہ ج6 ص314 | 7 |
| 10 | ارغام العنید فی میراث الحفید | مفتی رشید احمد لدھیانویؒ | 1373ھ | احسن الفتاویٰ ج1 ص155 | 32 |
| 11 | قانون میعادِ سماعت کی شرعی حیثیت | مفتی محمد تقی عثمانی | 1977ء | فقہی مقالات ج2، ص304 | 10 |
| 12 | حدود ترمیمی بل کیا ہے؟ تحفظ حقوق نسواں بل کی حقیقت | مفتی محمد تقی عثمانی | 2006ء | فقہی مقالات ج6 ص277 | 24 |
| 13 | زکوۃ و عشر آرڈیننس مجریہ 1980ء پر تبصرہ | مولانا گوہر رحمنؒ | 1992ء | تفہیم المسائل ج5 ص19 | 9 |
| 14 | نفاذِ شریعت اور پندرہویں ترمیم | مولانا گوہر رحمنؒ | 1998ء | تفہیم المسائل ج5 ص515 | 18 |
| 15 | پوتے کی میراث پر عدالتی بیان | مولانا گوہر رحمنؒ | 1998ء | تفہیم المسائل ج5 ص451 | 65 |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| 16 | پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس کی دفعہ 23(1) پر تبصرہ وتجاویز | مولانا گوہر رحمنؒ | 1989ء | تفہیم المسائل ج1ص445 | 4 |
| 17 | وفاقی شرعی عدالت کے سوال نامے بابت مالی قوانین کے جوابات | مولانا گوہر رحمنؒ | 1991ء | تفہیم المسائل ج1ص299 | 76 |
| 18 | ٹیکس کے متعلق وفاقی شرعی عدالت کے سوال نامے کا جواب | مولانا گوہر رحمنؒ | 1991ء | تفہیم المسائل ج1ص238 | 50 |

جنرل ضیاء الحق کے دور میں خود اُن کی ذاتی دلچسپی اور علماے کرام کی مساعی، جدوجہد اور راہنمائی سے اسلامائزیشن کے عمل میں کافی تیزی آئی اور حدود آرڈیننس، امتناعِ شراب آرڈیننس اور زکوٰۃ آرڈیننس لاگو کیے۔ علاوہ ازیں وفاقی شرعی عدالت اور قاضی عدالتیں انہی کے دور میں قائم ہوئیں۔

## اسمبلی فلور پر نفاذِ شریعت کے لیے کاوشیں

اسمبلی کے فلور پر علماے کرام نے آئین سازی اور قانون سازی میں قرآن وسنت کی بالادستی اور اسلامی اقدار وروایات کی ترویج کے لیے ہمیشہ جرات کے ساتھ اپنا فریضہ سرانجام دیا۔ ان علما میں مولانا مفتی محمود، مولانا عبدالحق، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ، مولانا قاضی عبداللطیف کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف نے سینٹ میں "شریعت بل" کے نام سے ایک جامع اور بہترین مسودہ 13 جولائی 1985ء کو پیش کیا۔ مختلف کمیٹیوں نے اس پر کام کیا۔ سینٹ سیکرٹریٹ کی طرف سے عوام کی رائے معلوم کرنے کے لیے اسے مشتہر بھی کیا گیا۔ بل میں مختلف حلقوں کی طرف سے متعدد ترامیم بھی

پیش کی گئیں بالآخر پانچ سال کی طویل بحث و تمحیص کے بعد ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو متفقہ طور پر "نفاذِ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء" کے عنوان سے منظور ہوا۔[7]

اسلامی نظریاتی کونسل کے پلیٹ فارم سے مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا مفتی تقی عثمانی، مولانا حسن جان شہیدؒ اور ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے قوانین کو اسلامیانے میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا۔ اسی طرح وفاقی شرعی عدالت اور شریعت ایپلیٹ بنچ میں بھی مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا پیر کرم شاہ الازھری، ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے اپنے تاریخی فیصلوں سے علما کی نمائندگی کی۔ 2003 میں بننے والی کے پی کے گورنمنٹ نے مولانا مفتی غلام الرحمن کی نگرانی میں علما اور ماہرین قانون کا ایک کونسل نفاذ شریعت کونسل کے نام سے تشکیل دیا جس نے مختصر وقت میں نہایت جامع، مؤثر اور قابل عمل سفارشات مرتب کیں تاہم صوبائی دائرہ اختیار کے محدود ہونے اور مرکزی حکومت کے ہم خیال نہ ہونے کی بنا پر ان سفارشات کی تنفیذ نہ ہو سکی۔ علمائے کرام قوانین کے اسلامائزیشن کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے اور شخصی زندگی کو اسلامائز کرنے کے لیے قلم و قرطاس سے، اور منبر و محراب سے گرانقدر خدمات سرانجام دیتے چلے آرہے ہیں۔

## حصہ دوم: مستقبل میں ذمہ داریاں

اگرچہ ستر سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود ہم بدقسمتی سے ملکِ عزیز کے قوانین کو اسلامیانے کی سنگِ میل کو حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں لیکن یہ امر بہرحال خوش آئند ہے کہ اس سنگِ میل کو حاصل کرنے کا جذبہ ایک بڑی حد تک اب بھی موجود ہے اور اس کے لیے مختلف سطحوں پر جدوجہد کسی نہ کسی شکل میں اب بھی جاری ہے۔ ماضی سے سبق سیکھتے ہوئے علمائے کرام کو اس حوالہ سے جن اقدامات کی ضرورت ہے، اُسے ذیل میں چند عنوانات کے تحت بیان کیا جاتا ہے:

### 1. علمائے کرام میں احساسِ ذمہ داری اُجاگر کرنے کی ضرورت

علمائے کرام پر ایک بڑا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ پاکستان میں قوانین کی اسلامائزیشن کے عمل کے حوالے سے اپنی صفوں میں احساسِ ذمہ داری کو اُجاگر کیا جائے۔ اور جس سطح کے علما جس شکل میں اس محنت میں حصہ

---

(7) مولانا عبدالقیوم حقانی، **مولانا سمیع الحق: حیات و خدمات** (نوشہرہ: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوھریرہ، ط: اول، فروری ۲۰۱۵)، ۱: ۳۵۸۔

لے سکتے ہیں اُن کو اُن کی ذمہ داری سے آگاہ کر دیا جائے۔ خطابت وامامت، تعلیم و تدریس، تصنیف وصحافت، سیاست وسیادت، افتاو قضا وغیرہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مصروفِ عمل علمائے کرام کو اس حوالہ سے اپنے اپنے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے اس فرض کی تکمیل میں حصہ ڈالنے کے طریقوں سے آگاہ کر دیا جائے کیونکہ مشین میں ہر پُرزہ اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے اور سب کے مل کر کام کرنے سے مشین درست کام کر سکتا ہے۔

اس احساسِ ذمہ داری کو اُجاگر کرنے کے لیے سب سے پہلے تو چند اربابِ فکر و نظر علمائے کرام کی کمیٹی کو یہ طے کرنے کی ضرورت ہے کہ کونسے شعبے میں کیا کام ہو سکتا ہے اور پھر اُن کو آگاہ کرنے کے لیے ملک کے طول و عرض میں مختلف مقامات پر ورکشاپس، سیمینارز اور کنونشنز کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ہر ایک کو اپنے فرض سے آگاہی ہو اور اسے پورا کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہو سکے۔ کیونکہ جب تک آگاہی نہ ہو سرگرمی ناممکن ہے۔

2. اسلامائزیشن کے قانونی طریقہ کار سے آگاہی مہم

ہمارے آئین میں بحمد اللہ اسلامائزیشن کا ایک دستوری طریقہ موجود ہے۔ آئین کا باب 3۔ الف وفاقی شرعی عدالت سے متعلق ہے جو تقریباً گیارہ صفحات پر مشتمل ہے[(8)] جب کہ "حصہ نہم اسلامی احکام" میں دفعہ 227 سے دفعہ 231 تک اس کے علاوہ ہیں۔ علما کی ایک غالب اکثریت اس سے ناواقف ہے۔ ضروری ہے کہ اِس سے آگاہی کے لیے بھی مختلف شہروں کے بڑے مدارس میں سیمینارز کا انعقاد ہو؛ تاکہ ذی استعداد علما قوانین کا مطالعہ کر کے اُن کی خلافِ شریعت دفعات کو قانونی طریقہ سے تبدیل کرنے کی مہم کا حصہ بن سکیں۔

3. منہجِ مجددی سے اصلاحِ حکومت کی کوشش

شیخ احمد سرہندیؒ جنہیں آج دنیا "مجدد الف ثانی" کے نام سے جانتی ہے۔ ان کی زندگی ہر دور کے صاحبِ بصیرت علمائے کرام کے لیے ایک مشعلِ راہ ہے۔ آپؒ نے ہندوستانی تاریخ کے سب سے خطرناک دور میں، جب کہ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں بادشاہ اور علمائے سُوء نے کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی، "دینِ اکبری" کا راستہ روکنے اور اسلام کا عَلَم بُلند کرنے کے لیے ایک کامیاب تحریک چلائی۔ آپؒ نے جو راستہ اپنایا وہ نہ مُداہنت

(8) دیکھیے: اسلامی جمہوریہ پاکستان کی دستور دفعہ ۲۰۳-الف ومابعد۔

کاراستہ تھااور نہ ہی مخاصمت کا۔ بلکہ آپ نے انتہائی حکمت و بصیرت کے ساتھ جہانگیر کے ارکانِ سلطنت کے ساتھ اصلاحی مراسلت کا سلسلہ شروع کیااور بقول علی میاںؒ:

"صفحہ قرطاس پر اپنے دِل کے ٹکڑے اُتار کر رکھ دیے۔ یہ خطوط اپنے درد و اخلاص، جوش و تاثیر، زورِ قلم اور قوتِ انشاء کے لحاظ سے ان خطوط و مکاتیب کے مجموعہ میں جو دنیا کی کسی زبان میں اور کسی دینی اصلاح و تحریک کی تاریخ میں سپرد قلم کیے گئے ہیں، خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اور سینکڑوں برس گزر جانے کے بعد بھی آج اُن میں اثر و دلآویزی پائی جاتی ہے، اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے مکتوب الیہم کے دلوں پر کیا اثر ڈالا ہوگا۔۔۔ دسویں صدی میں ہندوستان کی عظیم سلطنت مغلیہ میں جو عظیم انقلاب رُونما ہوا اس میں ان کا بنیادی حصہ اور سب سے بڑا دخل ہے۔"(9)

اِن مکتوبات و مراسلات اور اصلاح کی دیگر مساعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہانگیر کے دور میں احکامِ اسلام کے ساتھ کھلواڑ اور بگاڑ کا عمل رُک گیااور اصلاح کا عمل رفتہ رفتہ شروع ہوا جس کے نتیجے میں صرف چند سال بعد اورنگزیب عالمگیر جیسا نیک فرمانروا سلطنتِ مغلیہ کو نصیب ہوا۔

علمائے کرام کے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا یہ منہج مشعلِ راہ ہے کہ حکمران جماعت خواہ جو بھی ہو، اُن کے ساتھ تعلق قائم کر کے اُن کی اِصلاح اور پھر اُن کے ذریعے قوانین کی اصلاح کی سعی کی جائے۔ البتہ اس کے لیے ایسے اخلاص، تقویٰ اور حکمت و بصیرت والے علما کی ضرورت ہے جو طوفان میں بہہ جانے کی بجائے طوفان کا رُخ موڑنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ تا کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ حالیہ ایام میں بھی کچھ علما اس منہج پر عمل کرتے نظر آرہے ہیں۔ جن کے بارے میں اُمید ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ حد تک اپنے ارادہ خیر میں کامیاب ہو سکیں گے۔

### 4. دینی مدارس کے نصاب میں آئین اور اہم قوانین کو جگہ دینا

اس وقت پاکستان میں دینی مدارس کے پانچ وفاق / بورڈ موجود ہیں، جن سے منسلکہ مدارس کی تعداد ہزاروں میں اور زیر تعلیم طلبہ و طالبات کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ اِن مدارس کے طلبہ جو کل معاشرہ میں ایک عالمِ دین کی حیثیت سے اُبھرنے والے ہیں اُن کی تعلیم میں ایسا مواد ہونا ضروری ہے جس کو پڑھ کر وہ ملک میں اسلامائزیشن کے عمل میں خدمات انجام دے سکتے ہوں۔ اس کا ایک درجہ تو عمومی نوعیت کا ہونا چاہیے اور دوسرا اختصاصی نوعیت کا۔

---

(9) ندوی، ابو الحسن علی، **تاریخ دعوت و عزیمت**، (کراچی، مجلسِ نشریاتِ اسلام سن طباعت ندارد)، ۴:۳۰۳۔

عمومی سطح پر یہ ضروری ہے کہ مدرسوں سے پڑھنے والے ہر فاضل کو ملک کی نظریاتی اساس کا علم ہو۔ اُسے قراردادِ مقاصد اور دستورِ پاکستان کے اہم دفعات سے پوری واقفیت حاصل ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آئینِ پاکستان کو نصاب کا حصہ بنادیا جائے۔ مدارس کے نصابِ تعلیم میں ملکی دستور کو شامل کرنے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے 1933ء میں آسام اور بنگال کے مدارس کے لیے ایک نصابِ تعلیم مرتب کیا تھا اس میں دستورِ برطانیہ کو بھی شامل کیا تھا، کیونکہ اس وقت متحدہ ہندوستان پر برطانیہ ہی کا دستور لاگو تھا۔[10] حضرت مدنیؒ نے انگریز کی مخالفت اور اس سے حد درجہ نفرت کے باجود ضرورت کی بنا پر اُن کے دستور کو شامل نصاب کیا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان کا آئین پڑھانا کتنا اہم ہو گا۔ صرف حضرت مدنی ہی نہیں بلکہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تعزیراتِ ہند اور ریلوے، ڈاک وغیرہ کے قوانین پڑھانے کی تمنا کا اظہار فرمایا تھا۔[11]

مقالہ نگار کی رائے میں دستورِ پاکستان کی تعلیم کے لیے عالیہ (سالِ دوم) کی کلاس زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اس کلاس کے طلبہ سنجیدہ، سمجھ دار اور بالغ الفہم ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان کے قانونی نظام اور عدالتی ڈھانچے کا مختصر تعارف بھی سب طلبہ کو کروانا ضروری ہے تاکہ کوئی عالم اس غلط فہمی کا شکار نہ رہے کہ پاکستان کا دستور اور قوانین مکمل غیر اسلامی ہیں۔

### 5. ملکی و بین الاقوامی قانون میں تخصصات کا اجرا

اور دوسرا درجہ تخصصات کا ہے، جس میں باقاعدہ اصولِ فقہ کے ساتھ اُصولِ قانون، بین الاقوامی قوانین، دستورِ پاکستان، تعزیراتِ پاکستان اور ضابطہ دیوانی وضابطہ فوجداری، قانونِ معاہدہ، عائلی قوانین، قانونِ شفعہ، قانونِ شہادت اور دیگر اہم قوانین تفصیل سے پڑھائے جائیں اور اُن کے اندر موجود غیر شرعی اُمور کی نشاندہی کرکے اُن میں مجوزہ ترامیم کی مشق کروائی جائے۔ یہاں سے ایسے علما تیار ہو سکیں گے جو ملکی قوانین کا شریعت کی نظر میں تقابلی مطالعہ کرکے اُن کو اسلامیانے میں قابلِ قدر خدمات انجام دے سکتے ہوں۔ ورنہ اگر قانون کے ابجد سے بھی واقفیت نہ ہو تو اُس میں ترمیم اور اصلاح کا عمل کیسے ممکن ہو گا؟ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ فرماتے ہیں:

---

(10) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، کالم: **دینی مدارس میں عصری تعلیم۔۔ مثبت ومنفی پہلو قسط2**، بصیرت آن لائن ۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء۔

(11) ڈاکٹر محمود احمد غازی، **محاضراتِ تعلیم** (کراچی: دارالعلم والتحقیق، ط: سوم، ۲۰۱۶)، ص ۱۳۷۔

جن تخصصات کی ضرورت ہے وہ قانون، معاشیات اوراجتماعی علوم کاایک عمومی مطالعہ ہے۔ ملکی قانون سے جب تک واقفیت نہ ہو، جس پر پورے ملک کانظام چل رہاہے، اس وقت تک اس نظام کو بدل کر شریعت کے مطابق بنانا آسان کام نہیں۔[12]

نیز لکھتے ہیں:

فقہ میں تخصص کے طلبہ کے لیے انگریزی، اصولِ فقہ، ضابطہ فوجداری ودیوانی، تعزیراتِ پاکستان، اور پاکستان کے آئین اور دو ایک منتخب قوانین کامطالعہ ناگزیر ہے۔ ان قوانین کے مطالعے کا مقصد طلبہ کو وکیل یاانگریزی قانون کاماہر بنانا نہیں بلکہ اس طرزِ فکر سے واقف کراناہے جس کی بنیاد پر انگریزی قوانین مرتب ہوئے ہیں۔ اگر تخصص فی الفقہ کامقصد اور ہدف ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے عمل میں حصہ لینااوراس مقصد کو آگے بڑھاناہے توملک کے قانون، عدالتی نظام اور دستوری نظام سے واقفیت انتہائی ضروری ہے۔[13]

## 6. عملی سیاست سے وابستہ رہ کر قوانین کو اسلامیانے کی مساعی

برصغیر پاک وہند کی تاریخ گواہ ہے کہ علماے حق صرف مساجد ومدارس کے منتظم ہی نہیں رہے بلکہ شاہراہِ سیاست کے راہی بھی رہے۔اگرچہ اس وقت کچھ لوگوں کا یہ مطالبہ اور خواہش ہے کہ علما کو عملی سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہیے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان ریاست کی عملی سیاست میں قوم کی راہنمائی کرنا علماے کرام کی ویسے ہی ذمہ داری ہے جیسے دینی علوم اور عقائد وعبادات کے امور میں قوم کی باگ ڈور سنبھالنا ان کا فرض ہے۔ کیونکہ سیاست میں حصہ لینا علما کو انبیاے کرام سے ورثہ میں ملاہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ»[14]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست اُن کے انبیاے کرام کیا کرتے تھے، جب بھی کوئی نبی فوت ہوتے تو دوسرے اُن کے خلیفہ بنتے، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفا بہت سارے ہوں گے۔

---

(12) ایضا: ص ۳۳۶۔

(13) ایضا: ص ۳۳۹۔

(14) محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، ۳: ۱۴۷۱، رقم: ۱۸۴۲۔

اور دوسری روایت کے مطابق علما انبیاے کرام کے وارث ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

وإن العلماء ورثة الأنبياء...[15] اور یقیناً علما انبیاے کرام کے وارث ہیں۔

اِن دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ سیاست علماے کرام کو ورثہ نبوت میں ملا ہے اور یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ پاکستان میں قانون سازی کا اختیار جس ادارے کے پاس ہے وہاں تک عملی سیاست میں حصہ لیے بغیر پہنچنا ممکن بھی نہیں اس لیے علما کے لیے سیاست میں حصہ لے کر پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے فلور سے مروجہ قوانین کو اسلامیانے کے لیے ضروری ترامیم اور نئے بننے والے قوانین کی شریعت کی روشنی میں سکریننگ کے عمل میں حصہ لینا فرضِ کفایہ ہے۔ پاکستان میں شروع ہی سے دینی جماعتوں کے پلیٹ فارم سے علماے کرام نے انتخابات میں حصہ لے کر اس مقصد کو حاصل کرنے کی مساعی کی ہیں اور ماضی میں کافی حَد تک اپنے مقاصد میں کامیاب بھی ہوئے ہیں لیکن کئی غلطیوں اور کوتاہیوں کی بنا پر جن نتائج کی توقع ہے، وہ بدقسمتی سے پوری طرح حاصل نہیں ہوسکے ہیں۔ جس کے لیے اپنی صفوں اور کارکردگی میں اصلاحی عمل ناگزیر ہے۔ فرقہ پرستی، انانیت، کھوکھلے نعروں اور دیگر پارٹیوں کی طرح محض روایتی سیاست سے ہٹ کر اپنے اکابر واسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے سے ہی کچھ اُمید و توقع کی جاسکتی ہے۔

### 7. علماے کرام کے لیے قانون آگاہی کورسز کا اجرا

شریعہ اکیڈمی پچھلے چند سالوں سے علماے کرام کے لیے قانون آگاہی کورسز منعقد کروارہی ہے۔ دینی مدارس کے وفاقوں کو چاہیے کہ بڑے بڑے شہروں میں شریعہ اکیڈمی کے تعاون سے اور یا پھر اپنے تئیں قانون آگاہی کورسز کا اجرا کریں جس میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں علما ومفتیانِ کرام کو دستورِ پاکستان اور اہم قوانین، نیز عدالتی و قانونی نظام کا تعارف کرایا جائے۔

### 8. فرقہ واریت کے خول سے نکل کر ملک و قوم کی خدمت

(15) ابوداود سلیمان بن الأشعث سجستانی، السنن (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، ت: محمد محيي الدين عبد الحمید)، ۳:۳۱۷، رقم: ۳۶۴۱۔

پاکستان اہل السنۃ والجماعۃ کی غالب اکثریت کا ملک ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے تینوں مکاتب فکر: دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کے اکابر علمانے تحریک پاکستان میں حصہ لیا اور ایک پلیٹ فارم پر تشکیلِ پاکستان کے لیے جدوجہد کی ہے۔ اگر یہ تینوں مکاتبِ فکر قیام پاکستان کے بعد بھی اجتماعیت اور اشتراکِ عمل کے جذبہ کو بر قرار رکھتے ہوئے مشترکہ سیاسی دباؤ منظم کر کے نفاذِ اسلام کی راہ میں حائل طبقوں کا جرأت کے ساتھ سامنا کرتے، دینی درسگاہوں میں اسلام کو ایک اجتماعی نظام کی حیثیت سے پڑھا کر نفاذِ اسلام کے لیے افرادِ کار کی کھیپ تیار کرتے، اور اسلام دشمن لابیوں کی طرف سے اسلامی نظام کے بارے میں پھیلائے جانے والے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لیے مشترکہ جدوجہد کرتے، نیز اور باہمی اعتماد و اشتراک اور تعاون کے ساتھ قوم کو ایک مشترکہ نظریاتی قیادت فراہم کرتے تو ملک کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے میں کوئی رُکاوٹ سامنے ٹھہر نہ سکتی لیکن بدقسمتی سے دینی حلقے ایسا نہیں کر سکے بلکہ انہیں منصوبہ اور سازش کے تحت باہمی اختلافات و تعصبات کی جنگ میں الجھا دیا گیا۔ پاکستان کو ایک اسلامی نظریاتی ریاست بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے تینوں مکاتب فکر کے علمائے کرام گروہی تشخصات اور تعصبات کے دائرہ سے نکل کر باہمی اشتراکِ عمل کو فروغ دیں اور ایک ایسا فکری، علمی اور دینی پلیٹ فارم قائم کریں جو ان مسائل کے ادراک اور تجزیہ کے ساتھ ساتھ اجتماعی فکری راہنمائی اور مذہبی و عوامی حلقوں کی ذہن سازی کا کردار ادا کر سکے۔

### 9. علماو ماہرینِ قانون کے مابین خلیج کا خاتمہ

علما بالعموم شریعتِ مطہرہ اور دینی علوم کا علم رکھتے ہیں مگر مروجہ اصولِ قانون، رائج الوقت قوانین اور قانونی نظام کا علم اُن کے پاس نہیں ہوتا جب کہ وکلا حضرات بالعموم اصولِ قانون، مروجہ قوانین اور قانونی نظام کا علم و تجربہ تو رکھتے ہے لیکن اُصولِ فقہ اور فقہی قوانین و احکام سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور زمینی حقیقت یہ ہے کہ اِن دونوں کے مل بیٹھ کر ایک دوسرے سے استفادہ کیے بغیر قوانین کو اسلامیانے کا عمل ناممکن ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں اِن دونوں طبقوں کے مابین ایک بڑی خلیج حائل ہے، جو ملک میں دستور و قانون اور شریعت کی حکمرانی کے قیام میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اس خلیج کو پاٹنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر ملک و قوم کو شریعت اور قانون کی عملداری کے ٹریک پر نہیں لایا جا سکتا۔ مولانا زاہد الراشدی لکھتے ہیں:

> جب پاکستان قائم ہوا تھا اور یہ طے پایا تھا کہ مروجہ دستوری اور قانونی نظام کو قائم رکھتے ہوئے اس میں ضروری اصلاحات کے ساتھ ملک میں شرعی احکام و قوانین کی عملداری کا اہتمام کیا جائے گا اور ملک کے تمام طبقات نے اس سے اتفاق کر لیا تھا تو یہ بات ناگزیر ضرورت کا درجہ اختیار کر گئی تھی کہ مولوی اور وکیل مل بیٹھیں اور باہمی مشورہ و مفاہمت کے ساتھ اس قومی

خواہش اور ایجنڈے کی تکمیل کی کوئی عملی صورت نکالیں۔۔۔ یہ ضروری ہو گیا تھا کہ مولوی اور وکیل دونوں مل کر اس ذمہ داری کو قبول کریں اور اس کے لیے کام کریں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس کی وجہ سے ملک میں دستور اور قانون و شریعت میں سے کسی کی حکمرانی ابھی تک عملاً قائم نہیں ہو سکی۔(16)

اب اس خلیج کو ختم کرنے کی ذمہ داری دونوں طبقوں پر یکساں طور پر عائد ہوتی ہے اور دونوں کو اس کا احساس کر کے ایک دوسرے کی طرف آگے بڑھنا ناگزیر ہو چکا ہے۔ اور علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ اِس میں پہل کریں۔

## 10. سول سروسز کے لیے رجالِ کار کی تیاری

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ قانون سازی کے بعد قانون کو صحیح صورت میں نافذ کرنے کی ذمہ داری جن اداروں پر عائد ہوتی ہے اُن کے تعاون اور ذہنی ہم آہنگی کے بغیر قانون مؤثر نہیں رہتا۔ ہمارے ہاں ایک مسئلہ یہ بھی درپیش ہے کہ بیوروکریسی، پولیس اور عدلیہ کی ذہن سازی نہ ہونے کی وجہ سے بہت سارے قوانین جو شریعت کے موافق ہیں اُن پر صحیح معنوں میں عملدرآمد نہیں ہوتا اور عملی طور پر یہ قوانین تعطل کا شکار رہتے ہیں۔ اس حوالہ سے مولانا زاہد الراشدی اپنے تجربے کا ایک واقعہ یوں نقل کرتے ہیں:

جن دنوں مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبد اللطیف کی طرف سے سینٹ میں پیش کردہ شریعت بل زیر بحث تھا اور پورے ملک میں جدوجہد ہو رہی تھی، گوجرانوالہ ڈویژن کے کمشنر غلام مرتضیٰ پراچہ نے، جو پرانے اور تجربہ کار بیوروکریٹ تھے، مجھ سے ایک ملاقات میں پوچھا کہ یہ آپ حضرات کیا کر رہے ہیں؟ میں نے بتایا کہ ہم شریعت بل کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ بل منظور ہو گا اور قرآن وسنت کو ملک کا سپریم لاء تسلیم کیا جائے گا تو ملک میں تمام قوانین کی اسلام کے مطابق تعبیر و تشریح ضروری ہو جائے گی اور بتدریج ملک کا نظام اسلامی ہو جائے گا۔ یہ سن کر پراچہ صاحب نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا کہ مولوی صاحب! آپ بڑے بھولے ہیں۔ آپ ملک میں شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھ رہے کہ یہ کام آپ کونسی مشینری کے ذریعے کرنا چاہ رہے ہیں۔ ارے بھائی! عملدرآمد تو ہم لوگوں نے کرانا ہے، یہاں تو ہم لوگ بیٹھے ہیں، آپ اگر خود بھی اقتدار میں آجائیں تو آپ کے احکامات کا نفاذ تو ہمارے ذریعہ سے ہونا ہے۔ اگر آپ ہم سے اس سلسلہ

(16) زاہد الراشدی، **روزنامہ اسلام لاہور**، اشاعت ۸ مئی ۲۰۱۶ء، کالم بعنوان: "نفاذ شریعت کے لیے علماء اور وکلاء کی مشترکہ جدوجہد کی ضرورت"۔

میں کوئی توقع رکھتے ہیں تو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ پہلے ہماری جگہ اپنا آدمی بٹھانے کی کوئی صورت نکالیں اس کے بعد اسلام کے نفاذ کی بات کریں۔[17]

اس واقعہ سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ جب تک بیوروکریسی میں ہم فکر رجالِ کار نہ ہوں قوانین کو اسلامیانے کے بعد بھی نتائج کماحقہ حاصل نہ ہو سکیں گے اس لیے یہ ضروری ہے کہ اہلِ علم و دانش سول سروسز کے لیے اپنے قابل و ذی استعداد فضلاء کو تیار کریں۔ سی ایس ایس اور پی ایم ایس کے امتحانات کے لیے اُن کو تیار کروائیں اور ایک پورا کھیپ اس مقصد کے لیے میدانِ عمل میں لائیں تاکہ علما و فضلا کی وہ کھیپ ملک میں نفاذِ اسلام اور شریعت مطہرہ کی بالادستی کے لیے عملی اقدامات کر سکیں۔

11. یونیورسٹیوں کے شعبہ علومِ اسلامیہ سے وابستہ علمائے کرام کی ذمہ داریاں

یہ بات بھی بڑی وضاحت سے کرنی ضروری ہے کہ ملکِ پاکستان کی اسلامائزیشن کے لیے خدمات سرانجام دینے کی ذمہ داری صرف مدارس سے وابستہ علمائے کرام پر لازم نہیں بلکہ یونیورسٹیوں کے شعبہ علومِ اسلامیہ یا شعبہ شریعہ و قانون سے وابستہ سکالر حضرات بھی اس ذمہ داری میں یکساں شریک ہیں اور ماضی میں کئی ایک شخصیات نے اس فرض کو نبھایا بھی جن میں ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کا اسمِ گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ آپ نے دو مرتبہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رُکن کی حیثیت سے اور پھر وفاق شرعی عدالت کے فاضل جج کی حیثیت سے گراں قدر اور انتھک خدمات انجام دیں۔ اُن کی خدمات ہمارے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

## نتائج و سفارشات

1. علمائے کرام نے ملکِ عزیز بننے کے بعد روزِ اول سے ہی اسے صحیح معنوں میں "اسلامی جمہوریہ پاکستان" بنانے کی انتھک کوششیں کی ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں اب تک جاری ہیں؛
2. قوانین کو اسلامیانے کے عمل میں علمائے کرام نے اپنی تحریروں، تقریروں، تحریکوں اور عملی سیاست کے ذریعے علمی و عملی حصہ ڈالا ہے؛

---

(17) زاہد الراشدی، روزنامہ اسلام لاہور، اشاعت ۳۰ مارچ ۲۰۰۳ء، کالم بعنوان: "صوبہ سرحد میں شرعی قوانین کے نفاذ میں درپیش مشکلات"۔

3. علمائے کرام کی مزید ذمہ داری ہے کہ وہ باقاعدہ منظم انداز سے خلافِ شریعت قوانین کا جائزہ لے کر اُن میں اصلاح وترمیم کی تجاویز مرتب کرکے، دستوری طریقہ کار کے مطابق قوانین کو اسلامیانے کے عمل میں دلچسپی کا مظاہرہ کریں؛
4. نئے فضلاء کو ملک کے دستور و قانون سے آگاہ کرنے کے لیے مدارس کے نصاب میں دستور، اہم قوانین اور عدالتی نظام کا تعارف داخل کیا جائے؛
5. مدارس میں ایسے تخصصات کا اجرا کیا جائے جس کے متخصصین ملکی قوانین پر شریعت کی روشنی میں گہری نظر رکھ کر اُن کی اصلاح کی اہلیت رکھتے ہوں؛
6. علمائے کرام اپنے طور پر ماہرین کا ایسا کونسل تیار کریں جو ملک میں کسی بھی اسمبلی سے پاس ہونے والے تمام قوانین کا بروقت جائزہ لے کر اُن میں پائی جانے والی شرعی خامیوں کی نشاندہی کریں اور اُن کو دور کرنے کی سعی کریں؛
7. عوام میں نفاذِ شریعت اور اسلامائزیشن کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لیے تحریر و تقریر اور دستور کے دائرہ میں رہتے ہوئے پُرامن تحریکات چلائیں؛
8. پارلیمانی سیاست سے وابستہ رہ کر نفاذِ شریعت اور قوانین کے اسلامیانے کے عمل کو ترجیح دی جائے؛
9. مدارس کے باصلاحیت فضلا کی ایک کھیپ سول سروسز کے لیے تیار کی جائے؛
10. مدارس ہی کے باصلاحیت فضلا کو قانون کی باقاعدہ تعلیم دِلوا کر عدالتوں کے جج بنانے کی طرف توجہ دی جائے؛
11. اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت اور عدالتِ عظمی کی شریعہ اپیلیٹ بنچ کو متحرک وفعال بنانے کے لیے ممکنہ لائحہ عمل اپنا کر جدوجہد کی جائے۔

☆☆☆